زیادہ مذموم مقاصد کارفرما تھے۔اس کے نتیجے میں مختلف زبانوں میں قرآن کریم کے ترجمے، تفسیریں اور علوم قرآنی کے مختلف موضوعات اور متعلقات قرآن پر اتنی کتابیں منظر عام پر آگئی ہیں اور اتنا کام ہوا ہے، جتنا دنیا کی کسی کتاب پر نہیں ہوا۔اس موضوع پر شائع ہونے والی کتابیات سے کاموں کی وسعت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ کی تیار کردہ فہرست میں 120 زبانوں کا تذکرہ ہے، جن میں قرآن کا ترجمہ ہوا۔ انہوں نے ترجمہ کے نمونے بھی پیش کیے ہیں۔ جبکہ احمد خان نے اپنی کتابیات: قرآن حکیم کے اردو تراجم میں ایک ہزار سے زائد مکمل اور جزوی اردو تراجم کا تذکرہ کیا ہے۔

ترجمہ قرآن کے اسالیب:

مترجمین قرآن نے ترجمہ کے مختلف اسالیب کی نشاندہی کی ہے۔ یہاں دو اسالیب کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ **لفظی ترجمہ:** اس میں مترجم آیتِ قرآنی کی ترکیب اور ساخت کی بہت زیادہ پابندی کرتا ہے۔اس کی کوشش ہوتی ہے کہ قرآن کے ہر لفظ کی جگہ دوسری زبان کا لفظ استعمال کرے، خواہ اس سے ترسیل معانی میں کتنا ہی خلل کیوں نہ واقع ہو۔اس کا یہ فائدہ تو ہوتا ہے کہ قاری کو معلوم ہو جاتا ہے کہ قرآن کے کس لفظ کا کیا ترجمہ ہے؟ لیکن ایسے ترجمہ میں عبارت کی روانی، زبان کی بلاغت اور کلام کی تأثیر کا فقدان ہوتا ہے۔

۲۔ **تشریحی ترجمہ:** اس میں قرآن کے ہر لفظ کی جگہ دوسرا لفظ لانے کی پابندی نہیں کی جاتی؛ بلکہ اصل اہمیت مفہوم کو دی جاتی ہے۔قرآن کی ایک یا ایک سے زائد آیات پڑھ کر اس کا جو مفہوم ذہن میں آتا ہے اسے مترجم دوسری زبان میں اپنے الفاظ میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس اسلوب ترجمہ میں چونکہ اصل اہمیت ترسیل معانی کو دی جاتی ہے، اس لیے بسا اوقات ترجمہ میں قوسین کے ذریعے یا اس کے بغیر توضیحی عبارت شامل کردی جاتی ہے۔ عام طور سے مترجمین قرآن نے مؤخر الذکر اسلوب ہی کو اختیار کیا ہے۔

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ۔

نصوص شریعت اور ائمہ سلف کی تابعداری

ڈاکٹر/ابراہیم عبدالرحیم بلتستانی ۔مدینہ یونیورسٹی

پہلی مثال: صلح حدیبیہ میں قریش مکہ اور نبی اکرم ﷺ کے درمیان مذاکرات کے لیے قریش کی طرف سے بدیل بن ورقاء الخزاعی ایک وفد لے کر آیا۔ اور اللہ کے نبی ﷺ کا جواب لے کر اپنی قوم کی طرف لوٹا۔ جب بات نہیں بنی، تو انہوں نے عروہ بن مسعود الثقفی کو بھیج دیا۔ اس بار کفار کافی پر امید تھے؛ کیونکہ عروہ بنی ثقیف کا بڑا مدبر، چالاک، دور اندیش آدمی تھا۔ اور وہ ان دو شخصیتوں میں سے ایک تھا جن کے بارے میں قریش نے کہا تھا ﴿لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ [الزخرف الآیۃ ۳۱] ''یہ قرآن دونوں شہروں کے بڑے آدمیوں میں سے کسی ایک پر نازل کیوں نہ کیا گیا؟'' قریش یہ امیدیں لے بیٹھی، عروہ ایسا مصالحتی فارمولا لے کر آئے گا جو سراسر ہمارے حق میں ہوگا۔

عروۃ بن مسعود، نبی ﷺ سے صلح کے لیے باتیں کرتا۔ اور کن انکھیوں سے جان نثارانِ مصطفیٰ کی اداؤں کو دیکھتا رہا۔ دل ہی دل میں اس بات کا یقین بڑھتا گیا کہ ان سے جنگ کرنا قریش کے حق میں ہرگز نہیں۔ جب عروہ بن مسعود، اللہ کے نبی ﷺ کے پاس سے واپس گئے، تو قریش کے سامنے یہ تاریخی باتیں کیں: ''اے لوگو! اللہ کی قسم میں بادشاہوں کے دربار میں وفد لے کر گیا ہوں، نجاشی اور قیصر وکسریٰ کا دربار بھی دیکھا ہے؛ لیکن اللہ کی قسم! میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کے درباری اس کی اس درجہ تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد ﷺ کے اصحاب آپ کی کرتے ہیں۔ قسم اللہ کی! اگر محمد ﷺ نے بلغم بھی تھوک دیا، تو ان کے جان نثار اسے اپنے ہاتھوں پر لے لیتے اور اسے اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتے ہیں۔ اگر محمد ﷺ انہیں کوئی حکم دے، تو ہر شخص اسے بجالانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اگر وضو کیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے وضو پر لڑائی ہو جائے گی۔ اگر اس نے گفتگو شروع کی تو ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے۔ ان کے دلوں میں محمد ﷺ کی تعظیم کا یہ عالم ہے کہ کوئی بھی ان کو نظر بھر کر بھی نہیں

دیکھ سکتا۔" [بخاری کتاب الجهاد ح:۲۷۳۲] یہ ہے نبی ﷺ کے دشمن عروہ بن مسعود کا جان نثارانِ رسول کی تابعداری کا آنکھوں دیکھا حال۔

ومليحة شهدتُ لها ضرّاتُها   والفضلُ ما شهدتْ بهِ الأعداءُ

دوسری مثال: اللہ کے نبی ﷺ جمعہ کے دن خطبہ کے لیے منبر پر تشریف رکھتے ہیں۔ دورانِ خطبہ آپ ارشاد فرماتے ہیں: "اجلسوا" لوگو بیٹھ جاؤ! سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ مسجد میں داخل ہوتے ہوئے نبی ﷺ کی آواز کانوں میں پڑتی ہے۔ فوراً اسی دروازہ کے چوکھٹ پر بیٹھ جاتے ہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں " تعالَ يا عبدَاللهِ بنَ مسعودٍ" "ابن مسعود آ گے آ جاؤ۔" [سنن أبي داؤد كتاب الصلاة باب الإمام يكلمهم برجل في خطبته]

تیسری مثال: امام بخاری نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ سیدہ عائشہؓ بنت الصدیقؓ فرماتی ہیں: "ہجرت کرنے والی اوائل عورتوں پر اللہ رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ [النور الآية ۳۱] "اور اپنے دوپٹے اپنے سینوں پر ڈالے رکھا کریں۔" نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادروں کو پھاڑ کر ان کے دوپٹے بنا لیے اور چہرے چھپا لیے۔ [بخاری ح: ٤٧٥٨]

اس حدیث کی تفصیل یہ ہے کہ صفیہؓ بنت شیبہ کہتی ہیں: ہم عائشہ صدیقہؓ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی مجلس میں قریشی عورتوں کی فضیلت بیان ہوئی تو عائشہ فرمانے لگیں: قریشی عورتیں بیشک فضیلت والی ہیں؛ لیکن اللہ کی قسم میں نے انصاری خواتین سے زیادہ افضل خواتین نہیں دیکھیں، وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کی سب سے زیادہ تصدیق کرنے والی اور اس پر سب سے زیادہ مضبوط ایمان والی ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ﴾ [النور ۳۱] یعنی اپنی گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں۔ تو ان کے مردوں نے اپنی بیویوں، بیٹیوں، بہنوں اور رشتہ دار عورتوں کو یہ حکم پڑھ کر سنایا۔ تب ان کی تصدیق اور ایمان کا یہ عالم تھا کہ جو بھی اس آیت کو سنتی فوراً اپنے نقش شدہ کپڑے کو پھاڑ کر ان کا دوپٹہ بنا لیتی اور جب وہ صبح کے وقت نماز پڑھنے کے لیے گئیں تو اپنی چادروں کے ساتھ یوں گھونگٹ بنا کر گئیں، جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں۔ [فتح الباری بحواله مستدرك حاكم]

دیکھیے انصاری عورتیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت رسول ﷺ کی پکار پر کس طرح لبیک کہتی تھیں۔ کسی نے

تعمیل میں حیل وحجت سے کام نہ لیا اور کسی نے چہرہ اور گریبان ڈھانپنے کے لیے خوبصورت یا بیکار کپڑے کا لحاظ نہیں رکھا۔ جس کو جو میسر آیا اسی کو گھونگٹ بنالیا؛ کہیں ان چیزوں کے انتخاب میں دیری سے حکم عدولی نہ ہو۔ ام المؤمنین عائشہ کہتی ہیں: عورتیں جب مسجد میں جمع ہوتیں تو ایسی لگتی تھیں، جیسے ان کے سروں پر کوے بیٹھے ہوں۔ علامہ عظیم آبادیؒ تحریر کرتے ہیں: ''گھونگٹ کالے تھے، اس لیے اسے کوے سے تشبیہ دی۔'' [عون المعبود ح:٤٠٩٧]

چوتھی مثال: حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا، آپ ﷺ نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا آپ ﷺ نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا، آپ ﷺ نے پھر عطا فرمایا، اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے حکیم! یہ دولت بڑی سرسبز اور بہت ہی شیریں ہے۔ لیکن جو شخص اسے اپنے دل کی خودداری کے ساتھ لے، تو اس میں برکت ہوگی۔ اور جو لالچ کے ساتھ لیتا ہے، اس کی دولت میں برکت نہیں ہوگی۔ اس کا حال اس شخص جیسا ہوگا جو کھاتا ہے؛ لیکن آسودہ نہیں ہوتا۔ (یاد رکھو) اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔'' حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے کہا، میں نے عرض کیا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو سچائی کے ساتھ مبعوث کیا ہے، اب اس کے بعد میں کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ تا آنکہ اس دنیا ہی سے میں جدا ہو جاؤں۔'' چنانچہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حکیم رضی اللہ عنہ کو ان کا وظیفہ دینے کے لیے بلاتے تو وہ لینے سے انکار کر دیتے۔ پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں ان کا حصہ دینا چاہا تو انہوں نے اس کے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مسلمانو! میں تمہیں حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کے معاملہ میں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کا حق انہیں دینا چاہا لیکن وہ لینے سے انکار کرتے رہے۔'' یہاں تک کہ وفات پا گئے۔ [صحیح البخاری ح:١٤٧٢] حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مال فے) سے ان کا حصہ دینا چاہتے تھے، مگر انہوں نے وہ بھی نہیں لیا۔

دیکھیے اصحابِ رسول ﷺ ہماری طرح نہیں، ایک دن خطیب کی پر اثر تقریر سنی؛ بڑا متاثر ہو کر آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ بڑا متقی بن گیا۔ دوسرے دن پھر اپنے کالی کرتوت پر لوٹ آتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک بار نبی ﷺ سے حدیث سنتے تو زندگی بھر اسی پر قائم رہتے۔

یہ شمع رسالت کے پروانوں کی اطاعت، تابعداری، استجابت کی چند ایک مثالیں ہیں۔ اور ان کی

پوری زندگی قرآن مجید کی آیت ﴿وَأَنِيبُوا إِلَى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ [الزمر الآیۃ ٥٤] ''پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو۔'' کی عملی تفسیر تھے۔ ﴿وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ کا مطلب ہی یہی ہے کہ شریعت کے اوامر کی تعمیل کی جائے اور نواہی سے رکا جائے، حدود اللہ کی پاسداری کی جائے اسے پامال نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِنْدَ رَبِّهِ﴾ [الحج الآیۃ: ٣٠] ''جو کوئی اللہ کی قائم کردہ حرمتوں کا احترام کرے، تو یہ اس کے رب کے نزدیک خود اسی کے لیے بہتر ہے۔'' ﴿وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾ [الحج الآیۃ: ٣٢] ''اور جو کوئی اللہ کے مقرر کردہ شعائر کا احترام کرے، تو یہ دلوں کے تقویٰ سے ہے۔'' شریعت نے کسی چیز کو کرنے کا حکم دیا ہو یا کسی چیز سے رکنے کا حکم دیا ہو، تو اس کی تعظیم اور تعمیل ضروری ہے۔ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں: ﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَّقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ يُّطِعِ اللهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُونَ ۝﴾ [النور الآیۃ: ٥١-٥٢] ''ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسول ﷺ کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسول اللہ ﷺ ان کے مقدمے کا فیصلہ کریں تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ جو اللہ اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی نافرمانی سے بچے تو یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔''

جب شریعت کسی چیز کا حکم دے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس میں حیل وحجت سے کام لے، یا شش وپنج میں مبتلا ہو؛ بلکہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جنہوں نے بدر کے موقع پر فرمایا: ''قسم اللہ کی اگر آپ ہمیں سمندر میں کودنے کا حکم دیں تو ہم اس کی تعمیل میں ذرا سا بھی تامل نہیں کریں گے، اور اگر آپ ہمیں برک الغماد تک لے چلیں تو ہم راستے والوں سے لڑتے بھڑتے آپ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔'' [صحیح بخاری]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِينًا ۝﴾ [الأحزاب: الآیۃ ٣٦] ''کسی مومن مرد اور کسی مؤمنہ عورت کو یہ حق نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس

کا رسول ﷺ کسی معاملے کا فیصلہ کر دے تو پھر اُسے اپنے معاملے میں خود فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل رہے۔
اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔''

جس نے نبی ﷺ کی حکم عدولی کی، آپ کے فیصلوں کو نہ مانا یا نبی ﷺ کی شریعت پر کسی قانون کو فوقیت دی، آپ کی سنت پر دوسروں کی رائے کو ترجیح دی، وہ لوگ اس آیت مبارکہ کی وعید سے نہیں بچ پائیں گے: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۞﴾ [النساء:الآیۃ ٦٥] ''تیرے رب کی قسم وہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی اختلافات میں آپ کو فیصلہ کرنے والا حاکم نہ مان لیں، پھر جو کچھ آپ فیصلہ کریں اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں، بلکہ سر بسر تسلیم کر لیں۔''

سلف صالحین اور تعظیم نصوص: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ أَمْرِهٖٓ أَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيْمٌ ۞﴾ [النور:الآیۃ ٦٣] ''رسول ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔'' اسی لیے ہمارے سلف صالحین ہمارے لیے اطاعت اور فرمانبرداری کی بہترین مثالیں چھوڑ گئے۔ عہد نبوی میں تعظیم نصوص کے چند نمونے آپ نے پڑھ لیے۔ نبی ﷺ کی وفات کے بعد ہمارے اسلاف نے شرعی نصوص کی تعظیم میں گہرے نقوش چھوڑے ہیں، آیئے اس کا مطالعہ کرتے ہیں:

❁ ترجمان القرآن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن بن حذیفہ بن بدر مدینہ منورہ آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس بن حصن کے ہاں قیام کیا۔ حر بن قیس ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے۔ قرآن مجید کے علماء عمر رضی اللہ عنہ کے شریک مجلس و مشورہ رہتے تھے۔ عیینہ نے اپنے بھتیجے حر سے کہا: بھتیجے! امیر المؤمنین کے یہاں تیری رسائی ہے، میرے لیے ان کے ہاں حاضری کی اجازت دلا دو! انہوں نے کہا: میں آپ کے لیے اجازت لے لوں گا۔ انہوں نے عیینہ کے لیے اجازت لی۔ جب عیینہ مجلس میں پہنچا تو کہا: ارے ابن خطاب! اللہ کی قسم تم ہمیں نہ تو زیادہ مال دیتے ہو نہ ہمارے ساتھ عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان پر غصہ آ گیا یہاں تک کہ آپ نے انہیں